عظمیٰ اختر

ریسرچ اسکالر، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی

ڈاکٹر تنظیم الفردوس

صدر شعبۂ اردو، جامعہ کراچی

سلمیٰ اعوان کی ناول نگاری اور سیاسی شعور (ایک مختصر تجزیاتی مطالعہ)

ABSTRACT

Salma Awan's novel writing and Political awareness (A short analytical study)

By Uzma Akhtar, Research Scholar, Department of Urdu, University of Karachi.

Prof. Dr. Tanzim-ul-Firdous, Chairperson, Professor, Department of Urdu, University of Karachi.

The tradition of political novel writing in Urdu has become an important subject for research. Political movement have always inspired the filed of literature especially in novel writing. Many of the female novelists have shown and proved their political prudence in their novels. Salma Awan is one of the maestro of this field. She is multi-dimenstional and versetile writer her travellogues, novels, short stories, literary columns, analytical writing stand out in Urdu literature. Her contribution has largely been recorded, evaluated and appreciated. A novel "Tanha" by Salma Awan is such a heart wrenching story, she has narrated all such events and incidents of the seperation of East Pakistan, suffering of the people, their social and family relations, economic status, psychological state and the moral decline of the society. This article traces and analysis the Salma Awan's novel writing and her political wisdom show in their work.

خواتین کی ناول نگاری کی ابتداء انیسویں صدی کی آخری دہائی میں ہوئی۔ بیسویں صدی کی پہلی دو دہائیوں تک خواتین تحریر کردہ متعدد ناول منظر عام پر آچکے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان میں مسلمانوں کی تہذیبی، سیاسی، سماجی اور تعلیمی حالت زوال پذیر تھی۔ سیاسی تحریکوں اور نئی تعلیم کے اثر سے پورے نظامِ زندگی کا ڈھانچہ بدلنے لگا۔ معاشرتی زندگی میں تبدیلی کے خواہاں اور سیاسی سماجی مقاصد کے حصول کے لیے ادب کو معاون بنایا گیا۔ نذیر احمد اور راشد الخیری نے اصلاحی

انداز کے ناول لکھ کر معاشرے میں بہتری پیدا کرنے کی کوشش کیں۔ بیسویں صدی کی ابتدائی دو دہائیوں میں تعلیم یافتہ خواتین کا ایک بااثر طبقہ اُبھر کر سامنے آیا۔ جس نے حقوق نسواں کے لیے آواز بلند کی اور ایک قلمی محاذ بنایا تا کہ اپنے حقوق طلب کیے جا سکیں۔ اس زمانے میں کئی رسالے شائع ہوئے جو خواتین کے لیے مخصوص تھے۔

انیسویں صدی کی آخری دہائی تک خواتین کی ناول نگاری کا آغاز ہو چکا تھا۔ بیسویں صدی کے پہلے دو عشروں تک خواتین کے تحریر کردہ متعدد ناول شائع ہو چکے تھے۔ اس زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں کی تعلیمی، سیاسی، سماجی اور تہذیبی صورتحال زوال کا شکار تھی۔ مغربی طرز تعلیم، سیاسی، سماجی تحریکوں کے اثرات پورے نظام حیات پر نظر آنے لگے تھے۔ سماجی زندگی میں تبدیلی کے خواہشمند اور سیاسی، سماجی مقاصد کے حصول کے لیے ادب کو ذریعہ بنایا گیا۔ نذیر احمد اور راشد الخیری نے معاشرتی اصلاح کے لیے ناول تحریر کیے۔ اصلاحی انداز کے لکھے گئے ان ناولوں نے معاشرے میں بہتری اور تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ بیسویں صدی کے ابتدائی ادوار میں تعلیم یافتہ اور بااثر خواتین کا ایک طبقہ اُبھر کر سامنے آیا۔ حقوق نسوں کی تحریکوں نے زور پکڑا خواتین کے حقوق کے لیے قلم اٹھایا گیا۔ خواتین میں اپنے حقوق کے حصول کے لیے شعور بیدار کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں۔ اس زمانے میں کئی رسائل، جرائد اس مقصد کے لیے شائع ہوئے۔ (۱۸۹۸ء) تہذیب نسواں، خاتون، (۱۹۰۶ء) عصمت (۱۹۰۸ء) خاص اہمیت کے حاصل ہیں۔ ان رسائل کا تقریباً ایک ہی مقصد تھا کہ خواتین میں تعلیم پھیلانا، علمی ذوق کی فضا بیدار کرنا اور معاشرتی و سیاسی حالات سے خواتین کو آگاہ رکھنا۔

قراۃ العین حیدر ''تہذیب نسواں'' کے بارے میں فرماتی ہیں:

> ''بہت جلد تہذیب، سارے ہندوستان کے متوسط طبقے کے اداروں مسلم گھرانوں میں پہنچنے لگا۔ اس کی وجہ سے معمولی تعلیم یافتہ پردہ نشین خواتین میں تصنیف و تالیف کا شوق پیدا ہوا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے انھوں نے بڑی خود اعتمادی کے ساتھ ناول لکھنا شروع کر دیئے۔ جو تکنیک اور موضوع کے لحاظ سے آج ستر برس بعد کے لکھے جانے والے بیشتر عام ناولوں سے کسی طرح کم نہیں۔''(۱)

اس دور میں خوتین کی انجمنیں قائم کی گئیں۔ جلسے منعقد کئے گئے۔ تقریریں ہوئیں خود علی گڑھ میں مدرستہ النسواں (۱۹۰۶ء) میں قائم ہوا۔ یوں آزادی نسواں اور تحریک نسواں کے سلسلے کا آغاز ہو گیا۔

> ''ابتدائی تیس پینتیس سال تک خواتین کی ناول نگاری اسی اصلاحی مقصد کا اظہار کرتی ہے۔''(۲)

محمدی بیگم، رشیدۃ النساء بیگم سے خواتین کی ناول نگاری کا آغاز ہوا۔ پہلے ناول ''اصلاح النساء'، کا موضوع اور مقصد اس کے نام سے ظاہر ہے۔ مصنفہ نے دیباچہ میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ چند عورتوں نے مسلم گھرانوں

میں عورتوں کی جہالت اور بے ہودہ رسوم کا ذکر ان سے کیا۔ جب انھوں نے ان باتوں کا تجزیہ منطقی انداز میں کیا تو لوگوں نے بہت تعریف کی۔ اور ان سے فرمائش کی کہ ان باتوں کو نصیحت کے طور پر لکھ ڈالیں۔(۳)

اس زمانے میں خواتین ناول نگاروں نے نذیر احمد اور راشد الخیری کی روایت کو ہی آگے بڑھایا لیکن چند خواتین ناول نگاران اثرات سے مبرا بھی رہی ہیں۔ انھوں نے زندگی کو اپنے انداز سے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔

> ''اس کے خلاف چند خواتین ناول نگار ایسی ہیں جنھوں نے خواتین کے لیے ایک نئی زندگی کا خواب دیکھا، جہاں خواتین انسانیت کے بنیادی حقوق کی طلب گار ہیں۔ نئی تعلیم وتہذیب سے بہرور ہونا ان کا بھی حق ہے۔ ان خواتین ناول نگاروں نے عورت اور مرد کی زندگی کو خانوں میں تقسیم کر کے نہیں دیکھا۔''(۴)

ابتدائی خواتین ناول نگاروں میں ایک بڑی خصوصیت ماحول اور سماجی وتہذیبی زندگی کی پیش کش کی۔

نذیر احمد کے ناول اگر تحریک نسواں اور تعلیم نسواں کا نقطہ آغاز ہیں۔ تو رشیدۃ النساء کا ناول اصلاح النساء ۱۸۸۱ء اس تحریک کا پلاٹ فارم اور نثر میں نسوانی ادب کا نقطہ آغاز ہے۔ رشیدۃ النساء اردو زبان کی پہلی خاتون ناول نگار ہیں تھیں جنھوں نے نذیر احمد سے اعراف اور حقیقت پسندی کے باوجود نذیر احمد کے اسلوب اور آدابِ فن کو اختیار کیا۔(۵)

خواتین کی ناول نگاری کے سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے دیگر خواتین اہلِ قلم بھی اس میدان میں داخل ہوئیں جنھوں نے حقوقِ نسواں کے سلسلے میں ہمدردی کا رویہ حاصل کرنے اور نسواں حقوق کی حفاظت کا علم اٹھایا۔

ہمارے طرز معاشرت، اخلاقی وسماجی زندگی پر مغربی ادب اور تہذیب کے اثرات بالخصوص بیسویں صدی میں نظر آنے لگے۔ ہندوستان کی تہذیبی اقدار اپنے چاہنے والوں کی متواتر سعی کے باوجود مغربیت کے بڑھتے ہوئے سیلابی بہاؤ میں گرفتار نظر آئی ہے۔ مغرب کے اثرات رفتہ رفتہ ہندوستانی تہذیب پر چھاتے جا رہے ہیں۔ اس کا نمایاں اثر ہندوستان کی معاشرتی زندگی پر نظر آتا ہے۔ سیاسی حالات اور سماجی تحریکات ذہن ودل پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔ ہندوستان کا سیاسی شعور اور سماجی رویئے اس تبدیلی کے زیرِ اثر پروان چڑھ رہے ہیں۔ اردو ادب میں اس دور کی واضح تصویریں ملتی ہیں۔

> ''عورتوں کی ناول نگاری کا اگلا دور تخیل تصور حقیقت صداقت مقصد فن سادگی حسن بیان جذباتیت توازن، غور وفکر کی گہرائی اور نفسیات کے غلبے کا دور ہے۔ اور اس دور میں ناول نگار خواتین نے اپنی نظر میں وسعت پیدا کر کے کہانیوں کے پس منظر میں زیادہ پھیلاؤ پیدا کیا ہے۔''(۶)

نذر سجاد حسین، حجاب امتیاز علی، صالحہ عابد حسین، عصمت چغتائی، قراۃ العین حیدر کے ناول ایک نئے موڑ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جو رومانیت اور حقیقت پسندی کی جہتوں سے مزّین ہیں۔ تہذیبی اقدار، رسم ورواج، خاندانی روایات، نفسیاتی

الجھنیں اور سیاست ناولوں کا موضوع بنی۔

خدیجہ مستور، جمیلہ ہاشمی، نثار عزیز بٹ، رشیدہ رضویہ، الطاف فاطمہ، سلمیٰ اعوان، رضیہ فصیح احمد، بانو قدسیہ، فردوس جہاں قاضی کی بہترین صلاحیتیں ناول کے موضوعاتی تنوع کے لیے استعمال ہوئیں۔

ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر جاگیردارانہ نظام، ظلم و استحصال، ظالمانہ صنعتی نظام، عدل، مساوات سرمایہ دارانہ نظام اور سیاسی تحریکات کا موضوع، اہلِ قلم خواتین ناول نگاروں کا پسندیدہ اور مقبول رہا۔

> ''خواتین ناول نگاروں نے اردو ناول میں کیفیت اور کمیت دونوں ہی اعتبار سے خاطر خواہ اضافے کئے ہیں۔ ایک طرف انھوں نے خالص ادبی یا سنجیدہ ناول لکھ کر اردو فکشن کو وقار بخشا ہے تو دوسری طرف مقبول عام یا تفریحی ناول لکھ کر عوام کی دلچسپی کا سامان بھی مہیا کرتی رہی ہیں۔''(۷)

بیسویں صدی کے آغاز پر ہندوستان کا سماجی ماحول ایک عجیب افراتفری کا شکار ہو چکا تھا۔ ہندوستان میں مختلف تحریکوں نے بھی اپنی اپنی جگہ مناسب اور مؤثر کردار ادا کیا۔ نئے نظریات اور تصورات نے زندگی کے ہر شعبے پر اپنے اثرات مرتب کیے۔ چنانچہ اردو ادب بھی نئے تصورات اور علمی نظریات سے متاثر ہوا۔ خواتین ناول نگاروں نے اپنے ذہنی شعور کے ذریعے ادب اور ادیب کے رشتے کا حق ادا کیا۔ عوامی مسائل کو سمجھنے اور انسان دوستی کی جانب قدم بڑھایا جو سیاسی اور سماجی تحریکوں کے علاوہ کچھ اداروں، طبقوں اور روایتوں سے تعلق بھی ان کے نقطۂ نظر کو عملی سانچے میں ڈھالنے میں مددگار ثابت ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کے ناول فکر و شعور کے اعتبار سے نہ صرف اس عہد کا نقشہ پیش کرتے ہیں بلکہ موجودہ معاشرہ بھی اپنے مسائل سے دوچار نظر آتا ہے۔

> ''ترقی پسند تحریک نے اردو ناول پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس زمانے میں سیاسی تغیر و تبدل سے عالمی سطح پر مختلف تبدیلیاں وقوع پذیر ہونا شروع ہوگئیں۔ اشتراکیت اور اشتمالیت کا چرچا ہونے لگا۔ ترقی پسند تحریک کا آغاز بھی اشتمالیت کے رجحان کا ہی مرہونِ منت ہے۔ اس دور میں لکھے گئے ناول حقیقت پسندانہ سیاسی رجحانات کی عکاسی کرتے ہیں۔''(۸)

عصمت چغتائی کا ناول ''ٹیڑھی لکیر'' کی ترقی پسندی ابتدائی دور کی ترقی پسندی ہے۔ وہ سماجی، سیاسی اور اقتصادی پہلوؤں پر بھی غور کرتی ہیں۔ تقسیم ہند کے اثرات ہمارے تمام اصنافِ ادب پر نظر آتے ہیں۔ بالخصوص اردو ناول نگاروں نے تقسیمِ ہند کے واقعات کے اثرات اور نئے معاشرتی ماحول کو موضوع بنایا۔

اس دور میں خواتین ناول نگاروں نے اپنی تحریروں سے انسانیت کے سوئے ہوئے ضمیر کو جگایا۔ ان اہلِ قلم

خواتین نے تقسیمِ ہند، فسادات اور نئے سماجی مسائل کو اپنی تخلیقات میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ بالخصوص تاریخی، معاشرتی، نفسیاتی اور اقتصادی مسائل کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا۔

> ''فسادات اور نئے سماجی ماحول کے بارے میں ناول نگاروں کا جذباتی ردِعمل ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ کچھ نے ہوبہو منظر کشی کی۔ کچھ نے تخیل اور چند ایک نے چھپے ہوئے محرکات کو اپنی تحریر میں پیش کیا۔ بہت سے ناول نگاروں کے ہاں فسادات کی منظر کشی میں جذبات کی شدت محسوس ہوتی ہے۔''(۹)

ہندوستان کی آزادی کے بعد ناول نگاروں نے اپنی تحریروں میں نئے سماجی مسائل کے ساتھ ساتھ نقل مکانی کی اذیتیں، تقسیم ہند کے فلسفے، فرقہ ورانہ فسادات، ہندو مسلم تعلقات جیسے موضوعات کو شامل کیا۔ ''میرے بھی صنم خانے'' قراۃ العین حیدر کا پہلا ناول ہے۔ اس ناول میں تقسیم ہند کے پسِ منظر اور بالخصوص تقسیم سے قبل انسانی رویوں کی بھرپور عکاسی نظر آتی ہے۔ اس وقت لوگوں کے جذبات واحساسات، آزادی کی جدوجہد میں ہندو مسلم رجحانات کا آئینہ دار ناول ہے۔ ان کا دوسرا ناول ''سفینۂ غم دل'' بھی فسادات کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ خدیجہ مستور کا ناول ''آنگن'' ۱۹۶۲ء میں منظر عام پر آیا۔ درحقیقت اس ناول میں کانگریس اور مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے گھرانوں اور کرداروں کے ذریعے اس وقت کے عوامی سیاسی شعور کی وضاحت ملتی ہے۔ یہ ناول مسلم لیگ اور کانگریس سے وابستہ گھرانوں کی داستان ہے۔ ایک ہی خاندان کے افراد سیاست کی بھینٹ چڑھ کر مستقبل کے بارے میں الگ الگ راہیں متعین کر لیتے ہیں۔

خدیجہ مستور کا دوسرا ناول ''زمین'' تقسیم ہند کے بعد کی داستان ہے۔ جس میں مہاجر مسلمانوں کے مسائل اور نئی سرزمین کے اخلاقی اور سیاسی ماحول کا آئینہ دار ہے۔ الطاف فاطمہ کا ''چلتا مسافر'' سقوط پاکستان کے المیے کی داستان ہے۔ رضیہ فصیح احمد کا ناول ''صدیوں کی زنجیر'' بنگلا دیش کے قیام کی سیاسی وسماجی وجوہات کو بیان کرتا ہے۔ سقوط ڈھاکہ کے المیے کے موضوع پر سلمٰی اعوان کا ناول ''تنہا'' دلخراش اور تکلیف دہ واقعات کا بھرپور بیان ہے۔ حسین نظاروں اور دلکش مناظر سلمٰی اعوان اردو کی ہمہ جہت مصنفہ ہیں۔ چار دہائیوں پر محیط اپنے ادبی سفر میں انھوں نے سات ناول، پانچ مختصر کہانی کی کتابیں اور گیارہ سفر نامے شائع کیے ہیں۔ ان کے تحریر کردہ مضامین مختلف سماجی و معاشی امور پر محیط ہیں اور اردو اخبارات میں شائع ہوتے ہیں۔

> ''سلمٰی اعوان ۱۹۴۳ء میں جالندھر (بھارت) کے ایک مضافاتی گاؤں سمی پور میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم لاہور سے حاصل کی بعد ازاں ایم اے، بی ایڈ، ایم ایڈ، پنجاب یونیورسٹی اور ڈھاکہ یونیورسٹی سے کیا۔ آجکل لاہور ہی میں رہائش پذیر ہیں۔ اپنے ادبی سفر کا آغاز ۱۹۶۷ء کے لگ بھگ کیا۔ افسانے، سفرنامے، مضامین اور ناول

تقریباً سبھی اصناف نثر میں قلم آزمائی کر چکی ہیں۔"(۱۰)

ادب کی یہ تمام اصناف ان کے قلم کی جولانیوں کے روشن حوالے ہیں۔ جن میں وہ اپنے قارئین کو خوشگوار حیرت اور تازہ علم سے مالا مال کرتی ہیں۔

ان کے تحریر کردہ خوبصورت سفر نامے اردو ادب کی آراستہ تحریریں ہیں۔ "سُندر چترال"، "میرا گلگت ہنزہ"، "یہ میرا بلتستان" کے ذریعے پاکستان کے شمالی علاقہ جات کے حسین نظارے اور دلکش مناظر سے متعارف کرایا۔ اس ضمن میں سلمیٰ اعوان لکھتی ہیں:

> "دراصل پیسہ کمانا ہی مقصود ہوتا تو پھر یہاں آنے اور ان وادیوں میں خاک چھاننے کی ضرورت ہی کیا تھا۔ یہ کام تو الٹے سیدھے ناول لکھنے سے بھی حاصل ہو سکتا تھا۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے ملک کے عام لوگ اپنے وطن کے ان دشوار گزار گوشوں کے بارے میں جانیں۔ میں کتاب کو اتنا بوجھل اور ثقیل بنانا نہیں چاہتی ہوں کہ عام قاری اس کے چند ورق پڑھنے کے بعد اسے پرے پھینکے...... میری خواہش ہے کہ میں اس کے تاریخی پسِ نظر میں جھانکتے ہوئے اس کے مسائل، اس کی تہذیبی اور ثقافتی زندگی کو اس انداز میں بیان کروں کہ قاری پڑھتا ہی رہ جائے اور جب وہ اسے پڑھ لے تو یہ جان لے کہ بلتستان کیا ہے؟"(۱۱)

سفر ناموں سے ان کی خصوصی دلچسپی، سیر و سیاحت کا شوق اور قلم کی مہارت نے ان کی تحریروں کو رنگین اور معلومات سے مزین کر دیا ہے۔ بین الاقوامی سفر ناموں میں "مصر میرا خواب"، "روس کی ایک جھلک"، عراق، "اشک بار ہیں ہم"، "استنبول عالم میں منتخب"، "سیلون کے ساحل"، "ہند کے میدان" اور اٹلی کے متعلق سفر نامہ "اٹلی ہے دیکھنے کی چیز" شامل ہیں۔ جو قارئین کو ان تمام ملکوں کی تہذیب و ثقافت، تاریخ و تمدن اور خوب صورتیوں سے آشنا کرتے ہیں۔ سلمیٰ اعوان نے ناولوں اور سفر ناموں کے علاوہ ادبی کالموں کے سلسلے میں بھی بہت اہم کردار نبھایا ہے۔ ان کے کالموں کا مجموعہ "باتیں دنیا اور دل کی" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

> "سلمیٰ اعوان کی کتابیں "عالمی ادب کی فروزاں قندیلیں" جو دنیا کی متنوع علمی اور ادبی شخصیات کو اردو قاری کی امید کی لو کو رشن کرتی ہے۔ جس کی ضرورت آج ہر انسان کو ہے۔"(۱۲)

وہ روس جاتی ہیں تو وہاں انسانی رویوں اور انسانوں المیوں اور انسانی خوشیوں کے پیچھے محرکات و جوہات تلاش کرتی ہیں۔ عراق جانے کا مقصد محض سیر سپاٹا نہیں وہ وہاں کی صدیوں پرانی ثقافت کا اپنی تحقیق سے پتا لگاتی ہیں۔ یورپ کی سیر و

سیاحت کرتے ہوئے وہاں کے معمولاتِ زندگی اور انسانی رویوں کو جانچتی ہیں۔''بغداد کا ڈاؤن ٹاؤن''،''روم کا تریوی فاؤنٹیسن'' جیسے سفر ناموں میں ان کے قلم کی جولانیاں بخوبی نظر آتی ہیں۔

''زندگی میں انھوں نے تین کام کیے اپنے ایمان دارانہ تسلسل کے ساتھ سانس لینے کے لیے کھایا پیا، کتابیں پڑھی ہیں، کتابیں لکھی ہیں اور ابنِ بطوطہ کا تعاقب کیا ہے۔ یہ تین کام مرد ادیبوں میں صرف جناب تارڑ نے کیے ہیں۔شاید ان دونوں قلم کاروں کی قدریں مشترک ہیں۔دونوں شہر شہر، قصبہ قصبہ، صوبہ صوبہ، ملک ملک پھرے ہیں، دونوں سفر نامہ نگار ہیں، ناول نگار ہیں مختصر افسانے بُنتے ہیں، دونوں کالم، مضامین لکھتے ہیں۔(۱۳)

سلمیٰ اعوان مخصوص قدروں کی حامل، سنجیدہ اور تصنع سے پاک سوچ رکھنے ولی قلم کار ہیں۔انسانی المیوں، انسانی رویوں پر گہری نگاہ رکھتی ہیں۔صدیوں پرانی ثقافت ہو یا سیاسی بصیرت کا مظاہرہ، عالمی امن کے معاملات ہو یا وطن کے مسائل، علاقائی و عالمی موضوعات کو سلمیٰ اعوان کا قلم بڑی خوبی سے نبھاتا ہے۔سلمیٰ اعوان کے ناولوں اور افسانوں میں زندگی کی اصل تصویریں ملتی ہیں۔مشرقی پاکستان کے المیے کو انھوں نے بڑی شدت سے محسوس کیا ہے۔ناول تنہا کے علاوہ ان کی کئی تحریریں اس عظیم سانحے کی افسردگی کا سامان سمیٹے نظر آتی ہیں۔ان کا افسانہ''خبر ہونے تک'' میں بھی مشرقی پاکستان کی افسردگی نظر آتی ہے۔

''من پسند شخصیت کے ساتھ لینا ان بہت سارے سالوں پر حاوی نہیں جن کا بوجھ بسا اوقات اتنا گراں ہوجاتا ہے۔ چاہنے پر بھی اتار کر نہیں پھینکا جاسکتا۔وقت کے اس لمحے میں، میں اس نقطے کو سمجھ پائی۔کھانے سے فارغ ہوکر ہم باتوں میں جت گئے۔ مشرقی پاکستان کے بنگلہ دیش بننے تک جو کچھ بیتی وہ سنی۔دل کٹتا رہا اور آنکھیں بہتی رہیں۔''(۱۴)

سلمیٰ اعوان کے اردو سے انگریزی میں ترجمہ شدہ افسانوی مجموعے The Sky remained silent یا''فلک چپ رہا'' میں مختلف دیسیوں سے اکٹھی کی گئی کہانیاں ہیں۔یہ مجموعہ دو قسموں کی کہانیوں پر مشتمل ہے۔پہلے حصے میں پاکستان سے باہر کی دنیا کی کہانیاں جب دوسرے حصے میں پاکستانی کہانیاں شامل ہیں۔چند ایک کہانیاں اپنی تکنیکی، بُنت، موضوع، حجم کے اعتبار سے ناولٹ کی سطح پر پہنچی ہوئی ہیں۔ایسی ہی ایک طویل کہانی میں ایسی ہی ایک طویل کہانی میں روسی خاتون انا کی صحافت کے پیشے سے وابستگی اور زندگی میں تبدیلی لانے کی خواہشمند جذباتی لڑکی کی ذاتی اور قدرے نیم رومانوی زندگی پیش کی گئی ہے۔اس کہانی میں برسوں پہلے کے روس کی وہ جھلک ملتی ہے۔جس میں روس کی سیاسی، سماجی، ثقافتی اور جنگی زندگی نظر آتی

ہے۔ چیچنیا کے مسلمانوں پر روسی فوجی دستوں کے ظلم وستم کو قلم کے ذریعے دنیا تک پہنچاتی ہوں۔ اناسیڈپا توفا، ایک بے باک، نڈر صحافی اور تحقیق نگار ہے۔ جو اپنے ملک کے بارے میں دکھی ہے۔ یہ ناول نما کہانی روس سے وابستہ عالمی سیاسی صورتحال کی عکاسی کرتی ہے۔ ایک اور کہانی ''غزہ کے بچے'' آغاز میں قاری کی دمشق میں پھیراتی ہے اور آخری میں صلاح الدین کو فلسطین کے بیٹوں، بیٹیوں اور بچوں کے واسطے دے دے کر رلاتی اور جگاتی ہے۔ کہانی میں مسئلہ فلسطین کے دیرینہ مطالبے اور مسلمانوں کی مقدس سرزمین پر صیہونی طاقتوں کے جابرانہ قبضے اور سیاسی جبر وتشدد کی داستان پیش کی گئی۔ ''فلک چپ رہا'' کی کہانی بغداد کی گلیوں میں پھٹے بم اور آگ کے شعلوں سے شروع ہوتی ہے۔ امریکی فوجیوں کی مداخلت اور فوجی اڈوں کے قیام سے لے کر صدام حسین کی سیاسی حالت پر ماتم کرتی نظر آتی ہے۔ اس کہانی میں عراق کی تباہی کی ذمہ داری اندرونی اور بیرونی سازشوں کا باعث بتایا گیا ہے۔ صدام حسین عالمی سیاسی بساط پر کیسے استعمال ہوا کی داستان ہے۔ کہانی ''سومیتا دیدی اور روما'' مشرقی پاکستان یعنی بنگلادیش کے پس منظر سے لکھی گئی ہے۔ واقعات یہاں بھی چشم کشا ہیں۔ افسردگی اور سیاست کی جھلک اس پر بھی نظر آتی ہے۔ ڈھاکہ کا موسم اور ڈھاکہ والوں کا مزاج بدلتا رہتا ہے۔ رابندر ناتھ ٹیگور کی نظمیں فضا میں گونجتی ہیں۔ ہندو دھرم کا ذکر ہے اور کہانی کا بڑا انجام بڑا ہی قہر آلودہ ہے۔

اس کتاب کے دوسرے حصے میں پاکستانی کہانیاں ہیں جس میں پاکستان سے وابستہ مسائل، سیاسی ہنگامے، نفسیاتی الجھنیں، عورت کے کردار کی معنویت جیسے موضوعات شامل ہیں۔ تمام کہانیاں تنوع مزاجی اور شخصیت کی ہمہ جہت پہلوؤں کی عکاس ہے۔

سلمیٰ اعوان کے کالموں کا مجموعہ ''باتیں دنیا اور دل کی'' کے نام سے شایع ہو چکا ہے۔ ان کی ایک گراں قدر کتاب ''عالمی ادب کی فروزاں قندیلیں'' ہیں جس میں دنیا کی علمی و ادبی شخصیات پر سیر حاصل مضمون لکھے گئے ہیں۔ اس کتاب میں سلمیٰ اعوان نے 16 بین الاقوامی شہریت یافتہ شخصیات کے بارے میں تاثراتی مضامین پیش کیے ہیں۔ جس میں شام کی انقلابی وسیاسی اور رومانوی آواز ''نزار قبانی'' اور شام کی انفرادیت کی حامل ترقی یافتہ سوچ رکھنے والی شاعرہ، کہانی اور ترجمہ نگار ''مونا عمیدی'' روسی ادب سے متعلق، نوبل انعام یافتہ ناول نگار ''بورس پاسترک'' روس کا قومی شاعر ''الیگزینڈر سر گیوچ پشکن''، روسی ادب کی بلند قامت ہستی ''ٹالسٹائی''، اور صوفیہ ٹالسٹائی، روس کا عظیم ناول نگار ''دوستووسکی'' شامل ہیں۔

اردو ناولوں میں سیاسی ناول نگاری کا رجحان برصغیر کی آزادی کے بعد بڑھتا گیا۔ اردو ادب میں سیاسی ناول نگاری اب تحقیق کا ایک موضوع ہے۔ اس ضمن میں مختلف جگہوں پر تحقیقی کام بھی ہو رہا ہے۔ مختلف ناول نگاروں کی سیاسی وابستگی یا سیاسی شعور کے حوالے سے تجزیاتی مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ اہل قلم خواتین نے بھی موضوعاتی تنوع کو استعمال کرتے ہوئے سیاسی ناول نگاری میں اپنا کردار بڑی عمدگی سے ادا کیا ہے۔ ان میں قرۃ العین حیدر، عصمت چغتائی، رشیدہ رضویہ، خدیجہ مستور، الطاف فاطمہ، نثار عزیز، فردوس حیدر، ڈاکٹر فردوس جہاں قاضی اور سلمیٰ اعوان کے نام نمایاں ہیں۔

سقوط ڈھاکہ یعنی سابق مشرقی پاکستان کی پاکستان سے علیحدگی کا صدمہ یہاں کے عوام کو ہمیشہ رہے گا۔ اتفاق سے اس عظیم المیے کے لیے زیادہ تعداد میں ناول نگار سامنے نہیں آئے۔ البتہ اردو افسانے میں اس کا اظہار مختلف انداز سے زیادہ ہوا ہے۔ خاص طور پر وہ اردو افسانہ نگار جو بنگلا دیش سے کسی نہ کسی طرح یہاں آکر مقیم ہوئے انھوں نے اس موضوع پر خوب لکھا۔ البتہ چند ناول نگاروں نے المیہ مشرقی پاکستان پر جو لکھا خوب لکھا۔ ان میں الطاف فاطمہ کا ''چلتا مسافر'' ۱۹۸۱ء، رضیہ سجاد ظہیر کا ''اللہ میگھ دے'' ۱۹۸۴ء، رضیہ فصیح احمد کا ''صدیوں کی زنجیر'' 1918ء اور سلمٰی اعوان کا ''تنہا'' ۱۹۸۹ء ہے۔

''مشرقی پاکستان کے المیے پر سلمٰی اعوان کا ناول ''تنہا'' ایک دہلا دینی والی تحریر ہے۔
یہ ناول لاثانی اسلوبیاتی انفرادیت کا حا حامل ناول ہی۔''(۱۵)

سلمٰی اعوان کی خصوصیت سفرنامے ہیں۔ لہٰذا اس ناول میں اس کا رنگ خوب نظر آتا ہے۔ اس ناول میں سفرنامے کے تمام اجزاء بڑی مہارت اور خوبصورتی سے استعمال کیے گئے ہیں۔ خوبصورت منظر نگاری واقعہ محرکات، جزئیات نگاری، تہذیب وثقافت اور جغرافیہ پر توجہ، مشرقی پاکستان کے سفر پر قاری کو لے جاتی ہے۔ یہ ناول خوبصورت انسانی جذبات کے ساتھ ساتھ ایک تاریخی دستاویز بھی ہے۔ جغرافیائی حدود کا بیان، قدرت کے حسین نظارے، ثقافتی رنگ، عید تہوار، رمضان عید، شادی بیاہ کی رسومات، موسموں کے تہوار ہوں یا قومی دن کا اعزاز یہ یہ سب حالات، واقعات بڑی خوبصورتی اور چابکدستی سے بیان کیے گئے ہیں۔

''مشرقی پاکستان کی زندگی ہر گوشے سے آگہی دینے والا ناول، جذبات نگاری، منظر نگاری، کردار نگاری سے بھرپور یہ ناول بنگال کے چپے چپے سے روشناس کراتا ہے۔''(۱۶)

ناول ''تنہا'' مشرقی اور مغربی پاکستان کی تقسیم کے اس سانحے کو بڑے سادہ اور رواں انداز میں پیش کرتا ہے۔ اس میں کرداروں کا بڑا خوبصورت چناؤ ہے۔ سیاسی کشمش میں جنم لینے والی محبت کی روداد ہے۔ وطن کے لیے مرمٹنے والے جذبات ہیں تو دوسری طرف محبت کی ناقابلِ یقین کیفیات ہیں۔ زخمی روح، شکستہ جسم بھی ہیں اور نفرت وتعصب کے بیج بوتے پتھر جیسے انسان بھی۔ سلمٰی اعوان کا یہ ناول اس کسک کو ابھارتا ہے۔ لسانی اختلاف کیسے ذہنی خلیج کو پاٹتا ہے۔ اس کا مظہر بخوبی اس ناول میں دیکھا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ سیاست کی پیچ دار راہداریوں سے گزرتا، حقائق، واقعات کو اجاگر کرتا یہ ناول ایک جسم دو حصے کیے جانے کی تکلیف کو بڑی عمدگی سے محسوس کراتا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

''آخر میں طلبہء نے لکھا تھا،
''ہم ہیں آپ کے چاہنے والے۔''
ابھی گیتا وقت نہیں آیا......تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو والی پالیسی پر چلو۔''

''کیا کہتے ہو بنگال کے بارے میں''...... گپتا نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

''کہنا کیا ہے، پہلے کلکتہ کی منڈی تھا اب پنجاب کی ہوجائیگا۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کے طلبہء کی سیاسی تنظیموں میں شمولت اور مختلف مکاتب فکر کے ساتھ یونینوں کا بنانا اور طلبہء سیاست کے ہوشربا نتائج اس ناول کا حصہ ہیں۔''

''پنجاب سے تعلق رکھتے ہوئے بھی چاقو چھریوں سے ڈرتی ہیں آپ؟''

یہ بات اسے پسند آئی، پوچھا، ''تو کون سی پارٹی ہے آپ کی؟''

''اسلامی چھاترولیگ۔'' لڑکے نے متانت سے کہا۔

اس نے ایک نظر ڈھاکہ یونیورسٹی کی وسیع عمارت پر ڈالی اور پھر اس لڑکے کو دیکھا جو اس پارٹی میں شمولیت کی دعوت دے رہا ہے۔ تب اس نے پوچھا میرے وطن کا یہ حصہ جو کبھی کبھی مجھے خود سے ٹوٹتا نظر آتا ہے۔

اسے قائم رکھنے کی جو جدجہد یہ پارٹی کررہی ہے اس نے تو بہت پہلے مجھے اس سے متاثر کیا ہے۔''(۱۷)

اس میں سانحہ مشرقی پاکستان کے ان زخموں کا ذکر کیا ہے جو عمر بھر کی پشیمانی اور روگ کا سامان لیے ہوئے ہیں۔

''یہ ایک تاریخی حیثیت کا ناول ہے جس میں پاکستان کو تاریخی سیاق و سباق کے حوالے سے دریافت کیا گیا ہے۔ مشرقی پاکستان کے المیے پر زندہ جاوید ناول ''تنہا'' ہے۔''(۱۸)

ناول ''تنہا''، سلمیٰ اعوان نے پاکستان کی سالمیت اور یکجہتی کی حامی کی حیثیت سے تصنیف کیا ہے۔ جس کا انھیں حق حاصل تھا۔ اس ضمن میں اہم کردار اجتبیٰ الرحمٰن کے سومی کو لکھے گئے خط سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''سمیعہ علی بنگال ہماری آرزوؤں اور امنگوں کا مدفن بن چکا ہے۔ جیون کے لیے بھات، پانی اور ہوا کی ہی ضرورت نہیں انسان بہت کچھ اور بھی چاہتا ہے۔ میں اگر تمھیں یہ مشورہ دوں کہ اپنے لاکھوں ہم وطنوں کی طرح جو اونچی کرسیوں پر بیٹھ کر کہتے ہیں۔ بنگال، ارے لعنت بھیجو۔ اس بھوکے ننگے پر۔ ہمارے ناک میں دم کردیا ہے اور یہ بنگال سدا کا کاہل اور سازشی ہیں۔ تم بھی ایسا سوچنا شروع کردو گی تو مجھے امید ہے کہ تمہارا یہ ہر دم ڈوبا دل تقویت پاجائیگا۔ انسانی جذبات کا دھار بدلنے کے لیے سوچوں کو ہی بدلنے کی ضرورت ہے۔''(۱۹)

مجموعی طور پر سلمیٰ اعوان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اچھے برے انسان ہر جگہ ہیں اور آپ کے مخالفانہ جذبات رکھنے والوں کی محبت بھی جیت سکتے ہیں۔مگر یہاں معاملہ کچھ اور ہے۔ سیاست کے عوام الناس پر اثرات گہرے ہوتے ہیں اور ان کی نفسیات کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ اور پھر چھوٹے بڑے ایسے رونما ہونے لگتے ہیں۔ ہماری زندگی کے فیصلوں پر سیاست اثرانداز ہوتی ہے کیونکہ ہماری سوچ زمانے کی سیاست کے زیراثر پروان چڑھتی ہے۔ ناول کا آخر وہی ہے۔ جو ہونا چاہئے تھا۔ آخر میں سومی اجتبیٰ الرحمٰن سے وطن دشمن ہونے کی بناء پر شادی کرنے سے منع کر دیتی ہے۔ اور واپس پنجاب آجاتی ہے اور جب وہ اپنی ماں کے کندھوں پر سر رکھ کر دکھ بھرے لہجے میں کہتی ہے کہ:

> ''میری روح زخمی ہے۔ ذہن بیمار اور جسم شکستہ ہو چکا ہے'' اور وہ ڈوبتی چلی گئی۔ اس کی کھلی آنکھوں سے چمک دھیرے دھیرے ختم ہوگئی۔ اس کا جسم ٹھنڈا پڑ گیا......
>
> اور اس کا اکلوتا چہیتا بھائی اس کی حالت سے یکسر بے خبر حفاظتی پیٹی اس کے گرد کسنے میں محو تھا...... کار چلاتے ہوئے اس نے یکدم زور سے بریک لگائیں۔ دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا اور پچھلی سیٹ پر بیٹھے اپنے بھائی جس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں سے بولا فخر آگے آجاؤ اور گاڑی چلاؤ...... ایک طویل عرصے کے بعد اس نے اپنی ماں کے شانے پر سر رکھا تھا۔ اس کی بھر آئی ہوئی آواز تھی جب اس نے کہا تھا......
>
> ''ماں دیکھو تو ذرا باہر...... ڈھاکہ تو اجڑا اجڑا لگتا ہے۔''(۲۰)

بنگلا دیش کے قیام کے پس نظر اور سیاسی تنازعات کو بڑے توازن سے اس ناول میں سلمیٰ اعوان نے پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خان اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''واضح رہے کہ سلمیٰ اعوان نے قومی ملکی سالمیت اور اتحاد و یگانت کی علمبردار کی حیثیت میں یہ ناول تصنیف کیا ہے۔ جس کا انھیں حق حاصل تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک ناول نگار نے اپنے ماجرے کی تشکیل اسی فکر کے تحت کی ہے جس کا کہ وہ حامی ہے تو جواب یہ ہے کہ وہ اس معاملے میں کامیاب نظر آتی ہیں۔مگر سومی کا یہ کہنا ہے کہ آخر مغربی پاکستان کے سیاستدانوں کی غلطیوں کا خمیازہ وہ کیوں بھگتے، بڑا معنی خیر ہے۔ اس سے ناول میں وہ صداقتی عنصر داخل ہوگیا جس کا باشعور قاری مطالبہ کرتا ہے اور جو ماجرے کا تقاضا بھی تھا۔''(۲۱)

ایک لسانی تنازعہ، لسانی تحریک میں تبدیل ہوجاتا ہے اور پھر یہی لسانی تحریک ملک کی تقسیم کا باعث بن جاتی ہے۔ چھاترو لیگ اور اسٹوڈنٹس لیگ کے درمیان معرکے ملک میں ایک فضا ہموار کر دیتے ہیں۔ کہ ہمارے ساتھ ناانصافی ہو رہی

ہے، ہم مظلوم ہیں۔ دوسری جانب مغربی پاکستان کے سیاستدانوں کا بے حسی بھرا رویہ ہے۔ جہاں کی ناحق خاموشی معاملے کو اور بھی بھڑکا دیتی ہے۔ پہلے ہندوؤں اور پنجاب پھر انگریزوں کے ہاتھوں ظلم سہنے والی قوم اپنوں کے ہاتھوں زیادتیوں کا شکار ہو رہی ہے۔ ڈھاکہ کی یونیورسٹی کے طلبہء کی سیاسی تنظیموں میں شمولیت اور مختلف مکتبہ فکر کے ساتھ یونینوں کا بنانا اور طلبہء سیاست کے ہوشربا نتائج اس ناول کا حصہ ہیں۔

سلمیٰ اعوان نے نہ صرف ملکی بین الاقوامی سیاسی امور پر بھی لکھا۔ جس میں فلسطین کے حالات وواقعات سے آگاہی دینے والا ناول ''لہورنگ فلسطین'' جنگ ستمبر ۱۹۸۵ء کے پس منظر میں لکھا گیا ناول ثاقب:

> ''جس میں فلسطین کے حقائق سے قاری کو روشناس کرانے والا ناول ''لہورنگ فلسطین'' ، ۱۹۶۵ء کی جنگ کے پس منظر میں ناول '' ثاقب'' اس کے علاوہ '' گھروندا ایک ریت کا'' ، 'زرغونہ'، اور 'تشبیہ'۔ افسانوی مجموعوں میں '' بیچ بچولن'' ، '' کہانیاں دنیا کی'' ، '' خوابوں کے رنگ'' ، '' برف میں دھنسی عورت کچھ کہتی ہے'' ۔ '' اور زرا سنو تو فسانہ میرا جیسی تحریریں'' شامل ہیں۔'' (۲۲)

سلمیٰ اعوان کے ناولوں اور افسانوں کے موضوعات سماجی، معاشرتی، اصلاحی، سیاسی اور قومی بین الاقوامی مسائل پر مبنی ہوتے ہیں۔ ان کے لب و لہجے میں ان کی مثبت سوچ، فکر و فلسفے کے ساتھ ساتھ ان کے سیاسی شعور کی پختگی کی عکاسی ملتی ہے۔ ان کے لفظوں اور جملوں میں وہ تاثیر ہے جو ہمیں اپنے اردگرد کی دنیا سے آگاہی دیتی ہے۔ تاریخ، سیاست اور ثقافت ہمارے شعور کی دنیا پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں، اور کس طرح انسانی رشتوں اور انسانی معاملات پر خطے کی سیاست کے دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ سلمیٰ اعوان نے اپنی تحریروں بالخصوص اپنے نالوں میں بڑی جرأت مندی کے ساتھ اس کا اظہار کیا ہے۔

حواشی:

(۱) قرۃ العین حیدر، کارِ جہاں دراز ہے، جلد اول، (بمبئی: فن کار، ۱۹۷۷ء)، ص، ۱۲
(۲) نیلم فرزانہ، اردو ادب کی خواتین ناول نگار، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۲ء)، ص ۱۷
(۳) ڈاکٹر مظفر اقبال، بہار میں اردو نثر کا ارتقاء، (پٹنہ: لیتھو پریس، ۱۹۸۰ء)، ص ۲۰۰
(۴) نیلم فرزانہ، محولہ بالا، ص ۲۱
(۵) احمد پراچہ، پاکستانی اردو ادب اور اہلِ قلم خواتین، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۰ء)، ص ۱۹۸
(۶) ایضاً، ص ۲۰۲

(۷) نیلم فرزانہ، محولہ بالا، ص ۲۰۴

(۸) ڈاکٹر محمد افضال بٹ، اردو ناول میں سماجی شعور، (اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۰۲

(۹) ایضاً، ص ۱۵۲

(۱۰) سلمیٰ اعوان کا انٹرویو، ۲۵ رمئی ۲۰۱۷ء

https://www.goodreads.com/videos/120897-interview-of-salma-awan-on-ptv

(۱۱) سلمیٰ اعوان، حرفِ آغاز مشمولہ یہ میرا بلتستان، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء)، ص ۱۰۲

(۱۲) نعیم الرحمٰن، عالمی ادب کی فروزاں قندیلیں، ۲۰۱۸ء، danish.pk

(۱۳) اظہر حسین، سلمیٰ اعوان: عالمی معاشرے کی عکاسی کہانی کار، ۲۰۱۸ء، www.humsub.com

(۱۴) سلمیٰ اعوان، خبر ہونے تک (افسانہ)، www.humsub.com

(۱۵) احمد پراچہ، محولہ بالا، ص ۲۲۸

(۱۶) ایضاً، ص ۲۳۱

(۱۷) سلمیٰ اعوان، تنہا (ناول)، (لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۹ء)، ص ۴۷

(۱۸) ایضاً، ص ۱۹۹

(۱۹) سلمیٰ اعوان، تنہا (ناول)، محولہ بالا، ص ۵۲

(۲۰) ایضاً، ص ۳۰۱

(۲۱) ڈاکٹر ممتاز احمد خان، اردو ناول کے ہمہ گیری سروکار، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۷ء)، ص ۱۷۳

(۲۲) نعیم الرحمٰن، سلمیٰ اعوان کی ادبی خدمات، ''جسارت'' میگزین، شمارہ نمبر ۱۲، ۲۰۱۸ء

مآخذ:

(۱) اعوان، سلمیٰ، حرفِ آغاز مشمولہ یہ میرا بلتستان، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء

(۲) ______، تنہا (ناول)، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۹ء

(۳) اقبال، مظفر، ڈاکٹر، بہار میں اردو نثر کا ارتقا، پٹنہ: لیتھو پریس، ۱۹۸۰ء

(۴) بٹ، محمد افضال، ڈاکٹر، اردو ناول میں سماجی شعور، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۵ء

(۵) پراچہ، احمد، پاکستانی اردو ادب اور اہلِ قلم خواتین، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۰ء

(۶) حیدر، قرۃ العین، کارِ جہاں دراز ہے، جلد اول، بمبئی: فن کار، ۱۹۷۷ء

(۷) خان، ممتاز احمد، ڈاکٹر، اردو ناول کے ہمہ گیری سروکار، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۷ء

(۸) فرزانہ، نیلم، اردو ادب کی خواتین ناول نگار، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۲ء

رسائل

(۱) ''جسارت'' میگزین، شمارہ نمبر ۱۲، ۲۰۱۸ء

ویب گاہ

(1) https//:www.goodreads.com/videos/120897-interview-of-salma-awan-on-ptv
(2) www.danish.pk
(3) www.humsub.com

۞۞